سوانح حیات

مہاتما ٹالسٹائی

مرتبہ

آنند بی ۔ اے

پاکیزہ زندگی

(اسی مصنّف کے قلم سے)

یہ ایک اخلاقی مقالہ ہے جس میں مسٹر آنند سروپ بھٹناگر نے تمباکو نوشی مےخواری وغیرہ کے مضرات سے بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ انسان کی روح اور اس کے جسم پر نشیلی اشیاء کا اچھا اثر نہیں پڑتا۔ نیز اجتماعی طور پر سوسائٹی میں امراض کے پیدا کرنے اور انسانی تندرستی کو نقصان پہنچانے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ زبان لطیف اور آسان۔ خیالات بلند۔ الفاظ اثر میں ڈوبے ہوئے اور اصلاحی ہیں۔

قیمت صرف ۲ر

سوانح حیات

مہاتما رسکن

جس میں

انگلستان کے مشہور ترین ریفارمر اور زبردست ادیب جان رسکن کی تعلیمات نظریات اور "فلسفۂ حیات" سے بحث کی گئی ہے اور مجمل سوانح حیات تحریر کرتے ہوئے اس کے پند و نصائح و نیز اُس کے اخلاقی ہدایات تحریر کئے گئے ہیں۔

مرتبہ

آنند سروپ بھٹناگر بی اے (سابق سب ایڈیٹر "پراسپرٹی" کراچی)

(سنِ اشاعت اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

ملنے کا پتہ

ساغر بک ڈپو میرٹھ

قیمت ۱۲ر

فہرست مضامین



التماس

جان رسکن نے اپنے وطن کی جو بیش بہا خدمات انجام دی ہیں وہ انگریزی کتابوں کا مطالعہ کرنے والوں کو خوب معلوم ہیں۔ انہی خدمات کی بنا پر آجتک رسکن کی پرستش کیجاتی ہے اور انگلستان ہی کیا تمام دنیا میں ان کا نام بڑی عزت سے لیا جاتا ہے اور دنیا میں ان کی تصانیف یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔ اس مختصر سوانح عمری تیار کرنے میں بہت سی انگریزی کتب کی امداد لی گئی ہے اور جو نتائج اخذ کئے گئے ہیں سب واقعات کو پیش نظر رکھکر اخذ کئے گئے ہیں۔ المختصر میں نے اس بڑی ہستی کے خیالات کو اردو قالب میں ڈھالنے اور ہدیہ ناظرین کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر مجھے اس کوشش میں کامیابی ہوئی تو میں سمجھونگا کہ میں نے اپنی محنت کا صلہ پالیا۔

یقین ہے کہ اردو داں پبلک اس چھوٹی سی مگر نہایت مفید اور دلچسپ کتاب کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے گی۔

میرے دوست مسٹر گپتا و مسٹر اوم پرکاش نے اس کتاب کی تیاری میں بہت مدد کی ہے اس لئے ہر دو اصحاب کا جس قدر بھی شکریہ ادا کیا جائے تھوڑا ہے۔

میں نے یہ کتاب ہندوستان کے بعض معتبر نقادوں اور رسائل و اخبارات کو بھی ارسال کی ہے مجھے امید ہے کہ وہ اپنی رائے سے ضرور مطلع فرمائیں گے اور خصوصاً اخبارات و رسائل کے مدیران سے عرض ہے کہ وہ اپنے رسالہ کے جس نمبر میں اظہار رائے فرمائیں اس کی ایک کاپی مجھے ارسال فرما کر شکر گزاری کا موقع دیں۔

آنند

جان رسکن

بچپن اور تعلیم

رسکن انگلستان کا مشہور سوشل رفارمر ۸ فروری ۱۸۱۹ء کو ۵۴ ہنٹر اسٹریٹ برنسوک اسکوائر میں پیدا ہوا۔ یہ اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس کے بزرگ باپ جان جیمس جو کہ ۱۷۸۵ء میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۸۶۵ء میں وفات پا گئے ایک عجیب قسم کے اسکاٹ تھے کیونکہ یہ بڑے دیانتدار، دوراندیش اور محنتی تھے انہوں نے اپنے والد کا تمام قرض ادا کر دیا اور بہت کافی روپیہ جمع کر کے رسکن کے لئے چھوڑا۔ رسکن کی والدہ مارگیریٹ کاکس ایک حسین عورت تھی اور بڑا مضبوط جسم رکھتی تھی۔ یہ پرانے پیوریٹن اسکول سے تعلق رکھتی تھی۔ کیلونسٹ ان کا مذہب تھا۔ کیونکہ رسکن اکلوتا لڑکا تھا اس لئے اس کے والدین نے اس کو بڑے ناز و نعم سے پالا تھا۔ اس کی والدہ ہر وقت یہ خیال رکھتی تھی کہ کہیں بچہ کو سردی نہ لگ جائے اور ہوا اثر نہ کرے وہ اس کو مارتی بھی نہ تھی جیسا کہ ہندوستانی مائیں اپنے بچوں کو مارتی ہیں۔ مارگیریٹ کاکس کیونکہ خود پڑھی لکھی عورت تھی اس لئے وہ خود تعلیم دیا کرتی تھی۔ لہذا بچپن ہی میں اس کو ڈرائنگ

گائین وڈیا اور کتب بینی کی تعلیم دی گئی۔ ابھی یہ چار ہی سال کا تھا کہ اس کے والدین ہرن ہل پر رہنے لگے۔ رسکن بڑا پڑھنے والا لڑکا تھا۔ ابھی اس کی عمر صرف پانچ ہی سال کی تھی کہ یہ لائبریری سے لاکر کتابوں کا مطالعہ کرنے لگا۔ سات سال کی عمر میں اس نے ایک کتاب کا مطالعہ کیا جس کی چار جلدیں تھیں۔ ابھی مشکل سے نو سال کی عمر ہونے پائی تھی کہ شاعری بھی شروع کردی اسی وقت سے رسکن کا زمانہ مصنفی شروع ہوتا ہے کیونکہ اسی عمر سے اس نے اشعار و ڈرامہ اور دوسری کتابیں لکھنا شروع کردی تھیں۔ ۱۵ سال کی عمر میں یعنی ۱۸۳۴ء میں اس کا سب سے پہلا مضمون لندن میگزین میں چھپا۔ ۱۸۴۳ء میں شہرۂ آفاق کتاب ماڈرن پینٹرس (Modern Painters) کا پہلا حصہ نکلا۔ اس کتاب پر رسکن نے اپنا نام نہیں لکھا۔

بائبل اس کی والدہ نے بائبل اس کو حفظ کرادی تھی کیونکہ وہ اس متبرک کتاب میں بہت اعتقاد رکھتی تھی۔ رسکن نے اس کتاب کا ایک ایک ورق یاد کیا ہوا تھا اور اسی وجہ سے اس کے تمام مضامین میں بہت سی آیتیں پائی جاتی ہیں۔ گیارہ سال کی عمر میں رسکن نے لیٹن گریک اور فرنچ زبان میں تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد اسی زمانہ میں اقلیدس بھی پڑھ لی۔

ناظرین غور فرمائیں کہ ایک گیارہ سالہ بچے نے کس قدر زبانیں سیکھ لیں یہ ہر ایک کا کام نہیں

خاص ہونہار بچے ہی ایسا کر سکتے ہیں۔ انگلینڈ نے رسکن کی قدر شناسی نہ کی۔ کاش یہ ہندوستان میں پیدا ہوتا تو اوتار کی طرح سے پجتا سنہ ۱۸۴۲ء میں اس کو بی۔ اے کی ڈگری اعزاز کے ساتھ آکسفورڈ یونیورسٹی سے مل گئی حالانکہ اس کو کورس کی کتابوں سے زیادہ دلچسپی نہ تھی پھر بھی یہ بہت اچھے نمبروں سے پاس ہوا۔ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرتے ہوئے اس کو کئی انعامات ملے۔

مسٹر ڈبلیو۔ جی۔ کولنگوڈ نے رسکن کی زندگی کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) سنہ ۱۸۱۹ء سے سنہ ۱۸۴۲ء تک لڑکا و شاعر

(۲) سنہ ۱۸۴۲ء سے سنہ ۱۸۶۰ء تک مصوری و بحث

(۳) سنہ ۱۸۶۰ء سے سنہ ۱۸۷۰ء تک اقتصادی مطالعہ

(۴) سنہ ۱۸۷۰ء سے سنہ ۱۹۰۰ء تک پروفیسر

بچپن میں تعلیم کا اثر

بچپن کی تعلیم نے رسکن پر جو اثر کیا وہ تمام عمر اس کو متاثر کرتا رہا۔ اس زمانہ میں اس نے دو خاص باتیں حاصل کیں۔

(۱) بائیبل سے محبت اور "پرستاری قدرت"

کیونکہ اس کی والدہ ہر روز اس کو کچھ حصہ اس متبرک کتاب کا پڑھ کر سنایا کرتی تھی اس کے ذہن میں یہ کتاب خوب اچھی طرح سے گھر کر گئی تھی۔ اپنی کتاب پریٹوریا (Praetoria) کی جلد اول کے ۵۲ صفحہ پر وہ خود اس طرح لکھتا ہے۔ "میں نہایت خوشی کے ساتھ اپنی والدہ کا شکر یہ ادا کرتا ہوں اور میں جس قدر بھی ان کا ممنون و مشکور ہوں وہ کم ہے کیونکہ انہوں نے مجھ کو باقاعدہ طور پر بائیبل پڑھائی اور اس کا ایک ایک لفظ میرے ذہن نشین کرادیا۔

(۲) دوسری عادت جو کہ رسکن کو اس زمانہ میں پڑی وہ قدرتی مناظر اور خاص طور سے پہاڑوں سے محبت کرنی تھی۔ پہاڑوں کو وہ قدرت کا گرجا کہتا تھا۔ اسی وجہ سے ان کو قدرت کا پجاری کہا جاتا ہے۔

رسکن کی شادی

بی اے کی ڈگری لینے کے بعد انہوں نے اپنا دل و دماغ ٹرنر (Turner) کی مصوری کے مطالعہ میں لگا دیا۔ اس کام کو انہوں نے بڑی خاموشی سختی اور محنت سے کیا۔ تصاویر کی تحقیق اور مطالعہ کرنے کی غرض سے انہیں کئی بار ایلپس (Alps) کے پہاڑوں کو خود دیکھنے جانا پڑا۔ اسی مطالعہ کی بنا پر ماڈرن پینٹرس کا پہلا حصہ شائع

ہوا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے کئی مقامات کا دورہ بغرض مطالعہ مصوری کیا۔ یہ لوکا۔ پسا فلورنس۔ وینیس اور دوسرے بہت سے مقامات کو دیکھنے گئے۔ اسی اثنا میں ان کی ملاقات یوفمیا چالمرس (Euphamia Chalmers) سے ہوگئی۔ یہ ایک بڑی حسین عورت تھی لہذا رسکن نے ۱۰ اپریل ۱۸۴۸ء کو اس کے ساتھ شادی کرلی۔ لیکن یہ شادی اچھی ثابت نہ ہوئی کیونکہ چالمرس کے عادات رسکن کے عادات سے بالکل مختلف تھے۔ کچھ عرصہ تک یہ دونوں لندن میں ساتھ ساتھ رہے اور خوب کلب اور سوسائیٹیوں میں نمایاں حصہ لیتے رہے۔ لیکن کچھ مدت کے بعد رسکن کی توجہ ان باتوں کی طرف سے ہٹ گئی اور وہ کتابوں کے مطالعہ میں مشغول ہوگیا۔ لیڈی چالمرس ایک سوسائٹی پسند عورت تھی وہ ناچ وغیرہ کو پسند کرتی تھی لہذا اس نے رسکن جیسے شخص کی بیوی رہنا پسند نہ کیا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس نے ۱۸۵۴ء میں رسکن کو چھوڑ کر دوسرے شخص سے شادی کرلی۔ رسکن بھی واپس چلا آیا اور اپنے والدین کے ساتھ رہنے لگا۔ اس نے دوبارہ شادی نہیں کی۔

رسکن انگلینڈ میں مبلّغ کی حیثیت سے

رسکن نے یہی کافی نہ سمجھا کہ وہ کتابیں لکھ کر پبلک کے سامنے پیش کرے اور لوگ اسکی تصانیف کو پڑھ کر خود اصلاح کرلیں۔ لہذا اس نے لیکچر دینا شروع کیا۔ سب سے پہلا لیکچر

نومبر ۱۸۵۴ء میں ہوا تھا۔ رسکن نے مزدوری اور سرمایہ داری پر بہت کچھ کہا ہے۔ ایک طرح سے اس کو سوشلسٹ بھی کہا جا سکتا ہے لوگوں کا خیال ہے کہ اس کے لیکچروں اور تصانیف سے سوشلسٹ تحریک کو تقویت ملی ہے۔

رسکن مزدوروں کا حامی تھا وہ ان کی بہت مدد کرتا تھا۔ اس نے مسٹر ایم ڈلبی ہورس سے کہکر (Workingmen's College) ورکنگ مینز کالج ۱۸۵۴ء میں کھلوایا تھا اس کالج میں رسکن خود ڈرائنگ پڑھاتا اور سب کام بلا کسی تنخواہ یا معاوضہ کے کرتا تھا اس کی تقریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مزدوروں سے محبت کرتا تھا اور ان کا حامی و مددگار تھا۔ اس کی باتیں ظاہر کرتی تھیں کہ وہ خوش اطواری اور خود ضبطی کے پس پشت ایک عزم صمیم رکھتا تھا۔ وہ سرمایہ داری کو ناپسند کرتا تھا۔ اُس نے اپنا ہی تمام روپیہ قربان کر دیا وہ روپیہ کی طاقت کو تباہ کن خیال کرتا تھا کہ سرمایہ دار غریب مزدوروں کا خون چوسنے والے ہیں اس لئے انہوں نے ایک لیکچر کے دوران میں جو کہ اُس نے اپریل ۱۸۵۷ء میں سنیٹ مارٹن سکول آف آرٹ میں دیا تھا کہا تھا "جس رنگسازی کی انہیں لندن میں ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں کے رُخسار تندرستی بڑھا کر سُرخ کر دیئے جائیں" مطلب یہ کہ لوگ تندرست رہیں مزدوروں سے زیادہ کام نہ لیا جائے۔

مزدوروں کو خطوط

۱۸۶۷ء میں پارلیمنٹ میں بڑا ہیجان مچا ہوا تھا۔ رفارم ایکٹ پر بحث ہو رہی تھی۔ مزدور لوگ اس بحث سے بہت خوش تھے کیونکہ ان کے لئے یہ بہت فائدہ مند تھا۔ کام کرنے کے اوقات مقرر ہونے تھے ان کی مزدوری بھی بڑھنی تھی۔ اس موقعہ پر رسکن نے سنڈرلینڈ کے رہنے والے تھامس ڈکسن کو مختلف اوقات میں پچیس خطوط لکھے اور ان سب خطوط میں ڈکسن کو یہی سمجھایا کہ مزدوری کے حقوق کس طرح سے محفوظ رکھے جا سکتے ہیں یہ تمام خطوط ۱۸۶۷ء میں ایک کتابی شکل میں شائع کئے گئے تھے جس کا نام ——— (Time & Tide) ہے

۱۸۷۰ء سے ۱۸۷۹ء تک رسکن آکسفورڈ یونیورسٹی میں سلیڈ پروفیسر آف آرٹ کی حیثیت سے رہا اسی وقت اس نے انگلینڈ کے مزدوروں کے نام خطوط لکھے یہ خطوط ہر مہینے بھیجے جایا کرتے تھے۔ ۱۸۷۶ء میں یہ خطوط کتابی شکل میں جس کا نام Fors Clavigera فارس کلیویجرا ہے۔ چھپے ہیں۔ اس کتاب کی چھ جلدیں ہیں۔ ان خطوط کا لب لباب یہ ہے کہ سرمایہ داری نہیں ہونی چاہئے وہ یہ چاہتے تھے کہ سب لوگ خوش رہیں یہ نہ ہو کہ کچھ تو مزے اڑائیں اور خوب عیش و آرام سے زندگی بسر کریں اور کچھ آدمی بھوکوں مریں اور انہیں

بدن ڈھانپنے کے لئے کپڑا بھی میسر نہ آئے اُس نے ان خطوط میں لکھا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ مزدوروں، کاریگروں اور کاشتکاروں کو ان کی واجبی اُجرت سے محروم رکھا جاتا ہے۔ زمیندار لوگ اور کارخانوں کے مالک خوب نفع اُٹھاتے ہیں اور اُن کی محنت سے خود موٹے ہوتے ہیں۔

انجمن کا قیام

مندرجہ بالا خیالات کی بنا پر رسکن نے ایک انجمن قائم کی جس کا نام گلڈ آف سنٹ جارج (Guild of St: George) رکھا یہ انجمن ایک قسم کی خود مختار جماعت تھی ہر شخص اس کا ممبر بن سکتا تھا۔ اس کے تین مقاصد تھے۔

(۱) کاشتکاری خوب کی جائے اور یہی عوام کا پیشہ ہونا چاہیے

(۲) موجودہ تجارت جس کی وجہ سے سوسائٹی بالکل خراب ہوگئی ہے اُڑا دی جائے۔

(۳) دن کا فالتو وقت آرٹ و لٹریچر میں صرف کیا جائے۔

ان تین سنہری مقاصد کو سامنے رکھکر یہ انجمن قائم کی گئی تھی لیکن یہ زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکی۔ حالانکہ بہت سے لوگ اس کے ممبر بن گئے تھے۔

سرمایہ اکٹھا کرنا زندگی کا اصول نہیں

۱۸۶۵ء میں ورکنگ مینس انسٹی ٹیوٹ کمبرویل میں ایک لیکچر کے دوران میں رسکن نے فرمایا تھا کہ سرمایہ ایک قسم کی طاقت ہے جس کی وجہ سے سرمایہ دار غریب اور مزدوروں پر حکومت کرتے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں سرمایہ دار اُن پہاڑی ڈاکوؤں (Gag baron) کی طرح سے ہیں کہ جو راستہ سے گزرنے والے مسافروں سے جبراً ٹیکس لیا کرتے تھے۔

موجودہ سرمایہ دار بھی پہلے سرمایہ اکٹھا کرتے ہیں یعنی ان ڈاکوؤں کی طرح سے روپیہ کے قلعہ (مشن) بناتے ہیں اور پھر مسافروں کو (مزدوروں) لوٹتے ہیں (جبراً تھوڑی تنخواہ دیکر کام لیتے ہیں) نتیجہ کے طور پر وہ فرماتے ہیں کہ غریب آدمیوں کی وہی مصیبت ہے کہ پُرانے زمانہ میں پہاڑی ڈاکو ان کو لوٹتے تھے اور موجودہ زمانہ میں سرمایہ دار ہر طرح سے ان مصیبت زدہ لوگوں کو لوٹتے ہیں۔

لوگوں نے جو اپنی زندگی کا اصول سرمایہ اکٹھا کرنا بنا لیا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ اسی وجہ سے ہر طرف تنزّلی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جو لوگ کام کو مدّنظر رکھتے ہیں وہ خدا کے نوکر (بھگت) ہیں اور جو روپیہ کو پیش نظر رکھتے ہیں وہ شیطان ہیں۔ مثال دیتے ہوئے

وہ سمجھاتے ہیں کہ سپاہی کا کام اچھی طرح سے لڑنا ہے نہ کہ اپنی تنخواہ حاصل کرنی۔ ایک مشنری کا کام مذہب کا پھیلانا ہے۔ ایک ڈاکٹر کا کام مریض کو ٹھیک طور سے علاج کر کے صحت یاب بنانا ہے نہ کہ بیماری بڑھا کر روپیہ گھسیٹنا۔ لہذا بہادر اور سمجھدار وہی ہیں جو کام کو اوّل تصوّر کرتے ہیں نہ کہ روپئے کو۔ یہ لوگ جو کہ روپئے کو اوّل سمجھتے ہیں وہ مثل جوڈاس کے ہیں جس نے تیس سکّوں کے لئے حضرت عیسیٰ جیسی شخصیت کو دھوکہ دیکر مروا ڈالا سرمایہ پیدا کرنا کسی حالت میں بھی زندگی کا اصول نہیں مانا جا سکتا کیونکہ جو لوگ اس مایا جال میں پھنسے رہتے ہیں وہ ایشور پرماتما کو کبھی بھی دھیان میں نہیں لاتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ظالم ہو جاتے ہیں اور ان کا ظلم اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ بیچارے مزدور کی روٹی کو چھوڑ کر وہ سب کچھ ہڑپ کر جاتے ہیں جو شخص صبح سے شام تک دس گھنٹہ روزانہ نہایت محنت اور مشقت سے کام کرتا ہے بمشکل تمام پیٹ بھر کر روٹی کھاتا ہے جبکہ سرمایہ دار بجلی کے پنکھوں میں بیکار پڑے اینڈتے ہیں اور دوسروں کے خون پسینے پر مزا اڑاتے ہیں۔ یہ لوگ کبھی بھی ایشور کو نہیں پا سکتے۔

جن لوگوں کا اصول روپیہ جمع کرنا ہوتا ہے وہ ہمیشہ بُرے طریقوں سے روپیہ کماتے ہیں اور ان کا روپیہ بُری طرح ہی خرچ ہوتا ہے لیکن جن کا اصول یہ نہیں ہوتا وہ ہمیشہ خوش اسلوبی سے روپیہ جمع کرتے ہیں اور نیک کام میں اس کو خرچ کرتے ہیں۔ حاتم

دونوں کی یکساں ہوتی ہیں کیونکہ دونوں اس دُنیا سے خالی ہاتھ ہی جاتے ہیں۔

لہذا بے ایمانی سے سرمایہ جمع کرنا درست نہیں ہے۔ یہ ایک قسم کا پاپ ہے

روپیہ کا درست استعمال

رسکن کسی غریب خاندان سے تعلق نہ رکھتا تھا اُس کے والد بزرگوار جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ ایک بڑے ایماندار سوداگر تھے۔ انہوں نے تمام روپیہ نہایت ایمانداری سے کمایا تھا ۱۸۶۵ء میں جبکہ اُن کا انتقال ہوا تو اِن کے بعد رسکن ہی کو وہ سب روپیہ ملا۔ انہوں نے رسکن کے لئے دو لاکھ پونڈ جوکہ تیس لاکھ روپیہ کے برابر ہوتے ہیں چھوڑا جس کا واحد مالک رسکن ہی ہوا۔ علاوہ اس روپیہ کے ڈینمارک ہل (Denmark Hill) پر ان کی کچھ جائداد بھی تھی۔ اس قدر بڑا سرمایہ اُن کیا غریب ہو سکتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ لیکن جس وقت رسکن نے اس دُنیا سے کوچ کیا تو ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ انہوں نے سب روپیہ مزدوروں کی بہبود اور آرٹ وغیرہ کی ترقی میں صرف کردیا۔ ۱۸۷۱ء میں رسکن نے ایک عجائب خانہ (Museum of Art) کھولا جس کو اس نے اپنی تمام تصاویر اور پچھتر ہزار روپیہ یعنی پانچ ہزار پونڈ دان دیدیا کچھ عرصہ بعد جیسا کہ بتایا جا چکا ہے رسکن نے ایک انجمن جس کا نام (St. George's Guild)

تھا قائم کی جس کو اس نے سات ہزار پونڈ تقریباً ایک لاکھ پانچ ہزار روپیہ دیا۔
اسی طرح سے وہ اپنے روپیہ کو خرچ کرتا رہا۔ ۱۸۸۷ء میں ان کے پاس اس بڑی رقم میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا یعنی ۱۶ سال کے عرصہ میں دو لاکھ پونڈ اپنے ملک کے غریب لوگوں کی بہبودی کے لئے صرف کر دئے۔

رسکن کی یہ فراخدلی اور فنون لطیفہ و نیز مزدوروں کے لئے اس کی اس درجہ عظیم قربانی تمام دُنیا کے سخت دل سرمایہ داروں کے لئے ایک روشن نظیر ہے۔ سرمایہ دراصل انسانی زندگی اور نبی نوع انسان کی ضروریات کے سلسلے میں اجتماعی طور پر تقسیم ہونے ہی کے لئے ہے۔ اور رسکن نے عملی طور پر اس کا ثبوت دیا یہ اس کی مصلحانہ حیثیت کو چارچاند لگانے والی پالیسی ہے کہ وہ جیسا کہتا تھا ویسا ہی ذاتی طور پر عمل بھی کرتا تھا۔ اپنے روپئے کے استعمال کے بارے میں اس نے خود ملت ایک جا میں لکھا ہے۔

میرا خرچ خواہ حماقت کے ساتھ خواہ عقلمندانہ ایسے انسان کا سا نہیں رہا جو اپنی خواہشات کو نہ روک سکے بلکہ وہ میرے نقطۂ نگاہ سے دولت کی ایک صحیح تقسیم تھی۔ ایک ایسی دولت کی جس پر کہ مجھے کلی اختیار تھا۔

سرمایہ کی مقرّرہ حد

منیرا پلوِیرس (Munera Pulveris) میں رسکن نے ایک جگہ لکھا ہے۔
"انسان کو ایک اصول بنا لینا چاہئے کہ جس طرح اس کے کھانے کی ایک حد مقرر ہے

اسی طرح اس کے روپیہ کمانے کی بھی ایک حد ہونی چاہیئے۔ سال کے شروع میں روپیہ
کمانے کی ایک تعداد سوچ لینی چاہیئے اور جب وہ حد پوری ہو جائے تو کچھ عرصہ کے
لئے کاروبار بند کر دینا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے انسان کے خیالات پاک ہوں گے اور
وہ ہر طرح سے ترقی کرنے کے قابل ہو جائے گا۔ دوسرے اور لوگوں کو بھی موقع ملے گا۔
کہ وہ بھی اپنی قسمت آزمائیں اور اپنی زندگی کو اطمینان سے بسر کر سکیں۔ اسی کتاب میں
ایک دوسری جگہ اس نے لکھا ہے کہ روپیہ کو زیادہ جمع کرنا کسی حالت میں بھی ٹھیک
نہیں کیونکہ ہمیشہ ایسا ہی نہیں ہوتا رہے گا۔ ضرور ایک وقت آئیگا کہ جب لوگ سمجھدار
ہو جائیں گے اور سرمایہ داری کو اپنا اصول زندگی تصور نہیں کریں گے۔

قرض دینا روپیہ کا درست استعمال نہیں

جب تمام روپیہ خرچ نہیں ہوتا تو وہ دو ہی طریقوں سے کام میں آتا ہے۔ یا تو اس کو
جمع کر دیا جاتا ہے یا اس کو قرض دیدیا جاتا ہے۔ ایک لیکچر کے دوران میں رسکن نے
فرمایا کہ قرض دینا سرمایہ کا سب سے بُرا استعمال ہے۔ کیونکہ قرض لینے والے عام طور سے اس
روپیہ کو ٹھیک طور سے کام میں نہیں لاتے۔ تمام بُرے کام زیادہ تر قرض لئے ہوئے روپیہ
سے ہی ہوتے ہیں اور تمام بے ضابطہ لڑائیاں بھی ایسے ہی روپیہ سے ہوتی ہیں۔

حاضرین کو متوجہ کرتے ہوئے اس نے کہا کہ اگر تمہارا بچہ تمہارے پاس آتشبازی وغیرہ میں خرچ کرنے کے لئے روپیہ مانگنے آئے تو تم کئی مرتبہ سوچو گے کہ آیا دیا جائے یا نہ دیا جائے کیونکہ تم جانتے ہو کہ ان چیزوں میں روپیہ برباد ہوتا ہے لیکن اگر رشیا یا آسٹریا کی حکومتیں تم سے قرض لینے آئیں تو تم کبھی نہیں سوچتے اور فوراً قرض دیدیتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ کارتوس اور گولی بارود میں روپیہ خرچ کریں گے تمہیں سود ملتا ہے۔ اس سود کے لالچ میں بُرے سے بُرے کام کرنے کے لئے بھی تیار ہو جاتے ہو کیا تم نے کبھی یہ خیال کیا ہے کہ وہ سود کہاں سے آئے گا جو سود کہ رشیا اور آسٹریا انگلینڈ کو ادا کریں گے وہ غریب کسان اور مزدوروں سے جمع کرکے دیں گے۔ لہذا ثابت ہوا کہ انگلستانی دوسرے لوگوں کے خون پسینہ کی گاڑھی کمائی پر رہتے ہیں۔ ان قرضہ جات کا صاف طور سے یہی مطلب ہے۔ ہر طرح سے غریب مزدوروں کی آفت ہے۔ لہذا قرض دینا ٹھیک نہیں ہے۔

سرمایہ کی محبّت

جان رسکن نے اپنے لیکچروں کے دوران میں کئی بار فرمایا کہ "سرمایہ کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے" جب ہم لوگ سرمایہ کے صحیح اور اصلی معنی سمجھ جائیں گے تو واقعی رسکن کے الفاظ

بالکل ٹھیک ثابت ہوں گے۔ سرمایہ داری کی محبت' کے خلاف بائیبل میں بھی بہت کافی لکھا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصول رسکن نے اسی کتاب سے اخذ کیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے بچپن میں اس کتاب کا بہت مطالعہ کیا تھا (Crown of wild olive) کراؤن آف وائلڈ اولایو ودیگر کتابوں میں اس مسئلہ پر بہت کافی بحث کی گئی ہے اس چھوٹی سی سوانح حیات میں سب باتوں کا بتانا بہت مشکل ہے۔

اصل سرمایہ کیا ہے؟

رسکن کی متعدد تصانیف و لیکچروں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی ہدایت کو قوانین نہیں بنانا چاہتا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ٹھیک اصول لوگوں کے دلوں پر نقش ہو جائیں تاکہ آیندہ وہ زندگی کو ٹھیک طور سے سدھار کے ساتھ بسر کر سکیں۔ موجودہ زمانہ کی سرمایہ داری کے وہ بہت خلاف تھا۔ روپیہ اور سونا اکٹھا کرنا اس کی رائے میں اصل سرمایہ نہیں ہے۔ انٹو دس لاسٹ (Unto this last) میں اس نے اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ اصل سرمایہ زندگی ہے نہ کہ روپیہ زندگی جو کہ ہنسی خوشی اور محبت کے ساتھ بسر کی جائے دنیا کا اصل سرمایہ ہے وہ ملک سرمایہ دار نہیں کہ جس میں بہت سا سونا اور چاندی ہو بلکہ وہ ملک سرمایہ دار و خوشحال ہے

کہ جس میں لوگ نہایت ایمانداری اور ہنسی خوشی سے دن گزارتے ہوں۔ وہی شخص امیر وسرمایہ دار ہے کہ جو دوسروں کو خوش رکھتا ہو۔ ان کی امداد کرتا ہو اور ان کے دلوں میں اچھا اثر نقش کرتا ہو۔ کیونکہ زندگی ہی اصل سرمایہ ہے لہذا اچھی زندگیاں بنانے والے ہی سرمایہ دار کہے جا سکتے ہیں۔

کمیونزم درست اصول نہیں

کمیونزم کے معنی اشتراکیت ہیں مارکس کا خیال تھا کہ دنیا میں اشتراکیت ہونی چاہیئے یعنی زمین کسی شخص یا جماعت کی ملکیت نہ ہونی چاہیئے بلکہ ساری قوم کی مشترکہ ملکیت ہونی چاہیئے جان رسکن اس مسئلہ کے حق میں نہ تھے انہوں نے یہ کبھی ظاہر نہ کیا اور نہ وہ چاہتے ہی تھے کہ زمین مشترکہ ہونی چاہیئے۔ سب کے پاس سرمایہ یکساں ہونا چاہیئے یہ اصول مارکس کے تھا رسکن ان میں زیادہ یقین نہیں کرتا حالانکہ وہ کئی مرتبہ سوچتا ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ کاہل لوگ زیادہ مالدار کیوں نہیں۔ مزدور جو تمام دن نہایت محنت اور مشقت سے زمین کے اندر کانوں میں کام کریں بہت ہی خراب و مضر صحت ہوا میں مزدوری کریں پھر بھی انکو پیٹ بھر کر روٹی نہ ملے۔ ٹھیک طور سے پہننے کو کپڑا نہ ملے۔ کاشتکار کو جو سخت دھوپ اور مینہ بوندی میں برابر مشقت اٹھائے۔ تمام رات جاگ جاگ کر کھیتوں میں پانی

دسے لیکن ہمیشہ تنگدست رہے اور گاؤں کے مہاجن کا مقروض رہے اس کے کیا معنی ہیں کہ دوسری طرف سرمایہ دار اپنی دوکان پر پڑا سوتا رہے اور مزے کئے جائے۔

یہ تمام باتیں رسکن کو بہت پریشان کرتی تھیں وہ ہمیشہ ان پر گہرا غور کرتا رہتا تھا وہ کسی حد تک سوشلزم کا ماننے والا کہا جا سکتا ہے. کیونکہ یہ اصول سوشلزم سے بہت ملتے ہوئے ہیں. دوسرے لیڈروں کے برخلاف وہ حکومت کے اصول پر یقین رکھتا ہے اس کی رائے ہے کہ گورنمنٹ ہونی چاہئے۔ اسٹیٹ ہونی چاہئے۔ مزدوروں میں اتفاق ہونا چاہئے اس کا خیال ہے کہ یہ بہت مشکل ہے کہ سب چیزیں مشترک ہوں۔ نیز روپیہ کی مساوی تقسیم ہونا ہی درست نہیں کیونکہ کچھ لوگ سخت کام کرتے ہیں جبکہ دوسرے سخت کام نہیں کرتے۔ وہ مجلسی اقتصادیات پر یقین رکھتا ہے اسی لئے کسی حد تک اس کو سوشلسٹ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اس اصول پر بہت زور دیتا تھا کہ کام کرنا متبرک ہے جو کام کہ روپیہ کے لئے کیا جائے وہ پاک نہیں ہے کام ہمیشہ کام کے لئے ہونا چاہیئے ہر شخص کو اپنے کام میں کاریگر ہونا چاہئے اور اس طریقہ سے کام کرنا چاہئے کہ دوسروں کو اس سے فائدہ پہونچے۔

سپاہی اور بادشاہت

رسکن صرف مزدوروں ہی سے دلچسپی نہیں رکھتا تھا بلکہ اس کو سب کے ساتھ برابر کی

دلچسپی تھی۔ ۱۸۶۵ء میں ایک مرتبہ (Royal Military Academy of Woolwich)
رائل ملٹری اکیڈیمی آف ولوچ کے سامنے لیکچر دیتے ہوئے اس نے سپاہیوں کو مخاطب
کرکے کہا کہ اے بہادر سپاہیو جب تم لوگ فوج میں بھرتی ہوتے ہو تو تم قسم کھاتے ہو کہ تم
انگلستان کی عزت کو بچاؤگے۔ اس کے لئے لڑوگے اور یہاں کے قوانین کو مانوگے اور
ان کا وقار قائم رکھوگے۔ میں جانتا ہوں کہ تم بہادر ہو تم لوگ اپنا فرض پورا کروگے
اپنی جان کی کچھ پرواہ نہ کروگے اور اپنے آپ کو ملک کے اوپر قربان کردوگے۔ تمہاری
یہ وفاداری بہت اچھی ہے تم جو اپنے افسروں کا حکم اندھا دھند مانتے ہو وہ یہ ثابت کرتا
ہے کہ تم لوگ غلام ہو۔ صرف تم لوگ اسی حد تک غلام بنائے جاسکتے ہو کہ تم اپنے افسروں
کا حکم بلا کسی حیل وحجت کے مان لیتے ہو۔ تم اس حد تک غلام بنائے جاسکتے ہو کہ تمہیں
تنخواہ ملتی ہے۔ تم لوگ اس کی مطلق پرواہ نہ کرو۔ تم سب کچھ اپنے ملک کے لئے کرتے ہو۔
ہو۔ لہذا بہادر سپاہیوں کو ایسی باتوں کی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ سپاہی ہی کسی ملک
کو تباہی سے بچاسکتے ہیں تم لوگوں کے لئے صرف بہادر اور حکم ماننے والا ہونا ہی کافی
نہیں ہے۔ تمہیں سب چیزیں سیکھنی لازم ہیں تم لوگوں کو بیکار وقت نہ کھونا چاہئے۔ ایک
جوان آدمی کاہل ہوسکتا ہے لیکن ایک سپاہی کا کاہل ہونا گناہ ہے۔ کیونکہ تم ہی لوگ
ملک کی جان ہو۔ انگلستان جو کہ روحانیت میں اس درجہ گرا ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے

کہ یہاں کے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم سب کچھ کوئلہ کی وجہ سے کر رہے ہیں وہ مطلق یہ نہیں سوچتے کہ یہ سب پرانے لوگوں کی جسمانی اور دماغی کوششوں کا نتیجہ ہے انگلستان پھر پرانی عظمت حاصل کرسکتا ہے اگر اس کے سپاہی صرف لڑائی ہی نہ لڑیں بلکہ دماغی اور روحانی ترقی کی طرف بھی قدم بڑھائیں۔ وہی سلطنت ترقی کرسکتی ہے کہ جس کے حکمران سپاہی ہوں یعنی سپاہی لوگ حکمرانی کریں۔

سپاہیوں کو ہدایت

ایک لیکچر کے دوران میں سپاہیوں کو منتخب کرتے ہوئے رسکن نے فرمایا کہ سپاہیوں کے لئے فرمانبردار اور بہادر ہونا ہی کافی نہیں ہے ان کے لئے دو باتیں بہت ضروری ہیں (۱) جسمانی مضبوطی کے ساتھ ساتھ دماغی تیزی بھی ضروری ہے۔ ایک سپاہی کو تمام قسم کے علم جاننے ضروری ہیں صرف فن سپہ گری کی تعلیم کافی نہیں ہے۔ نہ ہی یہ لوگ کاہل ہو سکتے ہیں کیونکہ عوام جو کہ ملٹری کی کارگزاریوں پر زندگی بسر کرتے ہیں اور ہمیشہ فوج کے حکم کو ماننے والے ہیں بالکل تباہ و برباد ہوجائیں گے۔ اگر فوج ٹھیک طریقہ سے ان کی رہنمائی نہ کرے گی۔ سپاہی لوگ چند منٹ اگر غفلت میں کھودیں گے تو اس سے ہزارہا لوگوں کی زندگیاں برباد ہو جائیں گی۔ لہذا ضروری ہے کہ رہنمائی

ٹھیک طور سے ہونی چاہئے اور وہ جبھی ہو سکتی ہے کہ جب سپاہی لوگ دماغی ترقی بھی جسمانی ترقی کے ساتھ ساتھ کریں۔

(۲) دوسری بات جو کہ سپاہیوں کے لئے لازم ہے وہ یہ ہے کہ انہیں اپنے ملک کی عزّت رکھنی چاہئے۔ موجودہ زمانہ کی لڑائیاں بھالے یا تلوار کی لڑائیاں نہیں ہیں آجکل مشینوں سے لڑائی ہوتی ہے لیکن ان میں بھی سپاہی کی شخصیت بہت بڑا کام کرتی ہے سپاہی کے لئے پورے طور سے سچّا ہونا لازمی ہے اس کو ہر پہلو میں سچّا اترنا چاہئے بہادری اور ہمّت عام طور سے نوجوانوں میں پائی جاتی ہے لیکن سچّائی عام چیز نہیں ہے جس طرح سے نوجوان بہادر لوگ ڈھال اور تلوار کو بدن پر باندھتے ہیں اس طرح سے سچّائی نہیں باندھی جا سکتی۔ انسان کو خود سچّا ہونے کی کوشش کرنی پڑتی ہے سپاہیوں کے دلوں میں خدا کی قبر ہے لہذا ان کو چاہئے کہ اس مقبرہ کو سچّائی سے آراستہ کریں اگر یہ لوگ اپنے دل کے مقبرہ کو سچّائی سے پاک نہ کریں گے تو خدا وہاں پر نہ رہیگا۔ اس لئے سچّا ہونا سپاہی کا اولین فرض ہے۔

لیکچر کو جاری رکھتے ہوئے رسکن نے کہا کہ اے سپاہیو تم جس کو چاہو دھوکا دو جسے چاہو تکلیف پہنچاؤ۔ چاہے تم کسی کی امداد کرو یا نہ کرو لیکن جس قدر بھی تمہارے امکان میں ہو عورتوں کی امداد کرو۔ انہیں کسی قسم کی اذیت مت دو ان کے مقابلے میں کبھی

نہ لڑو۔ ہر عورت کے سامنے سچے رہو شرم کرو اور ہمیشہ اُن پر رحم کرو ان پر ترس کھانا ہر انسان کا فرض ہے۔ اے سپاہیو تم لوگوں کو کبھی عورت ذات سے مقابلہ نہ کرنا چاہیئے۔ اگر آن کے سامنے سچے اترو گے تو دنیا میں نیک نام رہو گے۔

عورتوں سے اپیل

۱۸۶۵ء میں ایک لیکچر کے دوران میں عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے رسکن نے کہا کہ اے عورتو! لڑائی میں تم ایک بہت بڑا درجہ رکھتی ہو حالانکہ تم بندوق اور تلوار لیکر میدان میں نہیں جاتیں لیکن میں تو پھر بھی یہی کہوں گا کہ تمام لڑائیوں کی جڑ تم ہی ہو۔ عورتیں لڑائی جھگڑا اور تباہی کا باعث تم ہی ہو۔ یورپ میں جتنی لڑائیاں ہوتی ہیں وہ سب عورتیں ہی کراتی ہیں تم لوگ چاہے کتنی ہی نیک طینت اور کتنی ہی قربانی کرنے والی ہو لیکن میں تمہیں ہی لڑائی کی وجہ بتاؤں گا۔ کیونکہ تم صرف اپنے ہی خاوندوں اور رشتہ داروں سے محبت کرتی ہو۔ تم دوسرے مردوں کا قطعی خیال نہیں کرتیں تم کہتی ہو کہ دوسرے کی تکلیف سے ہمیں دُکھ ہوتا ہے لیکن یہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ اگر لڑائی میں غریب کسانوں کے مکانات تباہ ہونے کے بجائے تمہارے ڈرائینگ روم مسمار ہوں جب تمہیں معلوم ہوسکتا ہے کہ لڑائی کیا چیز ہے۔ اس سے کیا نتائج نکلتے ہیں تم سنتی ہو کہ فلاں لڑائی کی

کی وجہ سے اتنی بیوائیں ہوگئیں، اتنے بچّے یتیم ہو گئے لیکن تم قطعی پرواہ نہیں کرتیں. اگر سچّے دل سے تم ایک بار بھی یہ چاہو کہ دنیا میں لڑائیاں نہ ہوں تو ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتیں. اگر ہر ایک عیسائی عورت اس بات کی قسم کھالے کہ وہ لڑائی کے موقع پر رنج کرے گی اگر اندرونی نہیں تو کم از کم ظاہری غم تو ضرور کرے گی. ان موقعوں پر کالی پوشاکیں پہنے گی کسی قسم کا کوئی زیور یا جواہر نہ استعمال کرے گی تو دنیا میں کوئی لڑائی نہیں ہوسکتی. اگر لڑائی شروع ہو اور عورتیں مندرجۂ بالا ہدایت پر عمل کریں تو پورا یقین ہے کہ کوئی لڑائی ایک ہفتہ سے زیادہ قائم نہ رہے۔

عورتوں کو چاہئے کہ وہ بائیبل کی ہدایت پر عمل کریں. بائیبل میں لکھا ہے عورتوں کو ایماندار ہونا چاہئے لیکن تم لوگ کبھی نہیں سوچتیں کہ لفظ ایماندار کے معنی کیا ہیں اگر تم ذرا غور سے سوچو اور اس لفظ کے صحیح معنی پر غور کرو تو یقین ہے کہ تم لوگ اسی رو سے اس لڑائی کے بند کرنے والی ثابت ہو۔ جب تم بائیبل کے معنی کو خوب سمجھ جاؤ گی تو پھر لڑائیاں نہیں ہوں گی اور اگر ہوں گی بھی تو ایسی خونخوار نہ ہوں گی اور اچھے کاموں کے لئے ہوں گی۔

عورتیں لڑائیاں کیونکر کراتی ہیں؟ — عورتوں کا اثر مردوں پر بہت زیادہ ہے. مرد وہی کرتے ہیں جیسا کہ عورتیں ان سے کرنے کو کہتی ہیں. مردوں کی بہادری و بزدلی

عورتوں پر منحصر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عورت کا اختیار مرد کے گھر پر ہونا چاہئے نہ کہ اس کے دماغ پر۔ عورتوں کو مردوں کے دماغ اور کاموں پر کوئی اختیار نہ ہونا چاہئے۔ ٹھیک اصول یہی کہا جاتا ہے کہ سچی عورت وہی ہے جو اپنے خاوند کے مکان میں اس کی نوکر ہے اور اس کے دل میں ملکہ ہے

اس لیکچر کے اختتام میں رسکن کہتا ہے کہ لڑنا ہم مردوں کا قصور نہیں۔ ہم تو تمہارے حکم کو مانتے ہیں۔ اور تمہاری اجازت ہی سے لڑتے ہیں۔ اگر تمہارا حکم نہ ہو تو لڑائی ہو ہی نہیں سکتی۔

سیسم اینڈ لیلیز میں رسکن نے لکھا ہے کہ تمام لڑائی جھگڑوں و زیادتیوں کی جواب دہ تم عورتیں ہو کیونکہ مردوں کی عادت تو لڑنا ہے وہ تو بات اور بغیر بات ہی لڑ بیٹھتے ہیں۔ لہذا تمہیں ہی دیکھنا چاہئے کہ کونسی وجہ لڑنے کے قابل ہے اور کونسی لڑنے کے قابل نہیں۔ تمہیں کو روکنا چاہئے۔ اگر مرد بغیر کسی وجہ کے لڑیں اور تم ہی نہ روکو تو اور کون روکے گا۔ لہذا ثابت ہوتا ہے کہ تم عورتیں ہی لڑائی کرانے والی ہو اگر تمہاری اجازت نہ ہو تو کوئی لڑائی جھگڑا اور مصیبت پیش نہ آئے لیکن حقیقت میں تم بالکل پرواہ نہیں کرتیں۔ اپنے مکانوں کی چہار دیواری یا باغات کی چہار دیواری ہی کو تم سب کچھ سمجھتی ہو۔ اس سے باہر کی چیزوں سے تم کوئی مطلب

نہیں رکھتیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر کشت و خون ہوتا رہتا ہے۔

رسکن ایک مصنّف کی حیثیت میں

رسکن نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں اس نے ہر مضمون پر کتابیں لکھی ہیں ذیل کی فہرست سے اس کی تصانیف کی تاریخ تحریر پر روشنی پڑتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نے کون سی کتاب کس سن میں تصنیف کی۔

سنہ	کتاب	
سنہ ۱۸۴۳ء	نئے مصوران	Modern Painters
سنہ ۱۸۴۶ء	نئے مصوران جلد دوئم	Modern Painters Vol II
سنہ ۱۸۴۹ء	تعمیرات کے سات چراغ	Seven Lamps of Architecture
سنہ ۱۸۵۱ء	دریائے زریں کا بادشاہ	King of Golden River
سنہ ۱۸۵۱ء	وینس کے پتھر	The Stones of Venice Vol I
سنہ ۱۸۵۱ء	تعمیرات کے نمونے	Examples of Archi-tecture
سنہ ۱۸۵۱ء	ماقبل ریفالیت	Pre-Raphaelitism
سنہ ۱۸۵۳ء	وینس کے پتھر جلد دوئم و سوئم	Stones of Venice vols II, III
سنہ ۱۸۵۳ء	گیٹو اور اس کا کام	Gitto and his works in Padua I

۱۸۵۴ء گیٹو اور اس کا کام جلد دوم	Gitto and his works in Padua II
۱۸۵۴ء تقاریر متعلقہ تعمیرات و مصوری	Lectures on Architecture & Painting.
۱۸۵۵ء تعمیرات کے سات چراغ دوسرا ایڈیشن	Seven Lamps of Architecture II Edition
۱۸۵۶ء مصوران جدید جلد سوم و چہارم	Modern Painters Vol III, IV
۱۸۵۷ء مصوری کی سیاسی اقتصادیت	Political Economy of Art
۱۸۵۹ء "دو راہیں"	The two Paths
۱۸۶۰ء مصوران جدید جلد پنجم	Modern Painters Vol V
۱۸۶۰ء اس اختتام تک	Unto this last
۱۸۶۲ء مقالۂ اقتصادیات سیاسی	Essays on Political Economy
۱۸۶۳ء " "	" "
۱۸۶۵ء سیسم اور لیلیز	Sesame and Lilies
۱۸۶۵ء " دوسرا ایڈیشن	" II Edition
۱۸۶۶ء خاک کا اخلاق	Ethics of dust
۱۸۶۶ء جنگلی زیتوں کا تاج	Crown of Wild Olive
۱۸۶۹ء "ملکۂ ہوا"	Queen of air

سنہ		
۱۸۷۱ء	فورس کلیویجرا جلد اوّل	Fors Clavigera vol I
۱۸۷۲ء	″ جلد دوم	" " vol II
۱۸۷۲ء	منیرا پلویرس	Munera Pulveris
۱۸۷۲ء	"تعلق"	Relation between Michael Angelo and Tintoret
۱۸۷۲ء	وقت اور جزر و مد	Time and Tide
۱۸۷۳ء	فورس کلیویجرا جلد سوم	Fors Clavigera vol III
۱۸۷۴ء	″ جلد چہارم	" " vol IV
۱۸۷۵ء	″ جلد پنجم	" " vol V
۱۸۷۵ء	صبح فلورنس	Mornings in Florence
۱۸۷۶ء	فورس کلیویجرا جلد ششم	Fors Clavigera vol VIII
۱۸۷۶ء	ایک صبح فلورنس میں پانچواں حصہ	Mornings in Florence V Part
۱۸۷۶ء	خطوط	Letters on Pre-Raphaelite Pictures
۱۸۷۷ء	فورس کلیویجرا جلد ہفتم	Fors Clavigera vol VII
۱۸۷۹ء	خطوط	Letters to Clergy of Lord's Prayer
۱۸۸۰ء	مسرتِ دائمی	Joy of Ever

سنہ	عنوان	Title
۱۸۸۳ء	فلورنس میں ایک صبح چھٹا حصہ	Mornings in Florence Part VI
۱۸۸۴ء	سحاب طوفانی	Storm Cloud of 19th Century
۱۸۸۴ء	انگلستان کی مسرتیں	Pleasures of England
۱۸۸۴ء		Roadside Songs of Tuscany
۱۸۸۵ء	مسرتہائے انگلستان	Pleasures of England Lectures III و IV
۱۸۸۵ء	پریٹیریا	Praeteria Parts 1—7
۱۸۸۶ء	"	" 8—21
۱۸۸۷ء	"	" 22—24
۱۸۸۸ء	"	" 25—26
۱۸۹۲ء	خطوط	Letters on Subjects of General Interest
۱۸۹۲ء	"	Letters to a London Bibliophile
۱۸۹۲ء	تعمیرات کی شاعری	Poetry of Architecture
۱۸۹۳ء	خطوط	Letters from Ruskin to N. Ward
۱۸۹۳ء	"	Three letters and essays on Literature
۱۸۹۴ء	خطوط کالج کے دوست کو	Letters to a college friend

سنہ ۱۸۹۴ء "مصوری اور ادبیات" Letters of on Art and Literature

سنہ ۱۸۹۸ء "نظارہ" Letters on landscape

رسکن کی سب کتب نہایت سبق آموز اور پُر از معلومات ہیں. لیکن بدقسمتی سے آج تک ایک بھی کتاب کا اردو یا ہندی زبان میں ترجمہ نہیں کیا گیا ہے۔ رسکن کے مضامین و لیکچر سہل زبان میں ہوتے تھے لیکن اُن کا مطلب سمجھنا ضرور مشکل ہوتا تھا۔ اوپر لکھی کتابوں میں سے چند ہندوستان میں بھی پڑھائی جاتی ہیں. لیکن بی۔اے اور ایم۔اے کی کلاسوں میں. ان کی انگریزی تو ضرور سہل ہے لیکن مطلب سمجھنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔

رسکن نثر لکھنے میں خاص ماہر تھا نثر نگاری میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ پروفیسر رابرٹ لکھتے ہیں کہ اس کی زبان بڑی سُریلی تھی۔ بائیبل کے الفاظ اس کی زبان سے لیکچر کے دوران میں بہت نکلتے تھے۔ لکھتے ہوئے بھی بائیبل کے جملے بہت استعمال کرتا تھا۔ اس کے الفاظ ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا کہ آسمان سے خدا نے ستارے بھیجے ہیں۔ رسکن خود لکھتا ہے کہ پہلے جب میں گول مول الفاظ میں لکھا کرتا تھا تو لوگ مجھے اچھا مصنف کہتے تھے لیکن اب جبکہ میں سیدھی سادھی زبان میں لکھتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ میں لکھ ہی نہیں سکتا۔ رسکن میں لکھنے کی طاقت خداداد تھی۔

عوام میں تقاریر

رسکن کی تقاریر پُر از معلومات ہوتی تھیں. اس کی ظاہرہ شکل و صورت سے بہت رعب پڑتا تھا۔ ہریسن لکھتا ہے۔" اس کی آنکھیں نیلی اور چمکدار تھیں جو کہ بڑی سنجیدگی ظاہر کرتی تھیں. اس کا چہرہ دیکھنے والے پر عجیب رعب ڈالتا تھا۔ اس کے ہونٹوں سے الفاظ کرنوں کی طرح سے نکلتے تھے وہ کبھی بھدّے الفاظ نہ کہتا تھا۔ اس کے لیکچر بہت اثر ڈالنے والے ہوتے تھے. میں نے کارلایل ٹینین مینرنی وغیرہ سے باتیں کی ہیں. لیکن کسی کا مجھ پر ایسا اثر نہیں پڑا جیسا رسکن کا"

رسکن ہمیشہ نہایت صبر و استقلال کے ساتھ بولتا تھا وہ ہر بات کو دلائل کیساتھ ثابت کرتا تھا۔ دوران لیکچر میں اکثر بائبل کی حدیث پیش کرتا تھا کہ گفتگو مذہبی بن جائے اور سننے والوں پر زیادہ اثر پڑے۔ رسکن صاف گو فصیح تقار تھا۔ اس کی آواز نہایت سریلی تھی۔ بار بار کہنے سے وہ لیکچر دیتا تھا کیونکہ اسے قطعی فرصت نہ رہتی تھی۔ جب منتظمان لیکچر ان کو بار بار بلاتے تب وہ آتے تھے۔ ان کی تقریر لمبی لیکن پُر از مطلب ہوتی تھی۔ تقریر سے مترشح ہوتا تھا کہ رسکن کے اندر ایک شکتی بھری ہوئی ہے۔ اس کی روانی و لسانی سامعین کے دماغ و جذبات دونوں کو متاثر کرتی تھی۔

آرٹسٹ

رسکن ایک بڑا آرٹسٹ بھی تھا یہ اپنے بزرگ باپ سے بھی زیادہ فن مصوری کا پرستار تھا۔ وہ صرف آرٹ پر نکتہ چینی ہی نہ کرتا تھا بلکہ خود بھی اچھی اچھی تصاویر کھینچتا تھا۔ یہ ٹرنر ( ) کی تصاویر کو خوب سمجھتا تھا اور ان کے مطلب عوام کو بتاتا تھا۔ ۱۸۳۶ء میں جبکہ اس نے ٹرنر کی کچھ تصاویر کو دیکھا تو سب مطلب سمجھ گئے اور ثابت کر دیا کہ اس سے بہتر دوسرا کوئی مصور نہیں ہے ۱۸۴۲ء سے ۱۸۶۰ء تک یہ اس کی تصاویر کو بغور پڑھتا لتا رہا اور ان کو سمجھتا رہا۔ اسی سلسلہ میں اس کو ایلپس کی پہاڑیوں کو دیکھنے چند مرتبہ جانا پڑا۔ اس مطالعہ کی بنا پر رسکن نے ماڈرن پینٹرس وسیون لیمپس آف آرکیٹیکچر شائع کئے اس کے بعد اسٹونس آف وینس و دیگر کتب شائع کیں۔ وہ یہ نہ چاہتا تھا کہ صرف آرٹ کے موضوع پر کتابیں ہی لکھی جائیں اس لئے اس نے اس مضمون پر لیکچر دینا بھی شروع کیا۔ اس مضمون (آرٹ) پر اس نے پہلا لیکچر اڈنبرگ میں نومبر ۱۸۵۴ء میں دیا تھا۔ اس کے بعد اور بہت سے لیکچر ہوئے۔ ان تمام لیکچروں کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ گوتھک آرکیٹیکچر کو پھر دوبارہ

رواج دیا جائے ۔

ماڈرن پینٹرس اس مضمون پر سب سے عمدہ تصنیف ہے۔ اس کتاب کی پانچ جلدیں ہیں جو کہ وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہی ہیں۔ ان جلدوں میں اس نے آرٹ کے اصول بتلائے ہیں اور تحریر کیا ہے کہ سب سے بڑا آرٹ وہ ہے جو زیادہ سے زیادہ بڑے اور اونچے خیالات کی طرف انسان کو متوجہ کرتا ہو اور جو شخص اپنی پنسل یا برش سے ایسی چیزیں بنا سکتا ہو کہ جو اونچے اور بلند خیالات ظاہر کرنے والی ہوں وہی بڑا آرٹسٹ ہے

سیون لیمپس آف آرکیٹکچر واقعی لیمپ کا کام کرتی ہے کیونکہ یہ آرٹ کو صاف طور سے ظاہر کرتی ہے کہ یہ کیا ہے اور اس کا انسانی زندگی پر کیا اثر ہے۔ اس کی دیگر تصانیف کے نام فہرست سے ظاہر ہیں جو کہ پچھلے صفحات میں دیدی گئی ہے ۔

آرٹ اور ملکی خیالات

اچھا آرٹ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ اچھے آدمی کی محنت کا نتیجہ ہے اور برا آرٹ برے آدمی کو ظاہر کرتا ہے اسی طرح سے بیوقوف لوگوں کی بیوقوفی اور عقلمندوں کی عقلمندی بھی آرٹ ہی سے ظاہر ہوتی ہے۔ آرٹ کا مجموعی طور سے دیکھنا ایک مجموعہ کے کام کو ظاہر کرتا

ہے۔ فرض کیجئے کہ آپ جالے کو دیکھیں۔ تو آپ فوراً بتا دیں گے کہ یہ مکڑی کا بنایا ہوا ہے یا اگر آپ شہد کے چھتے کو دیکھیں تو آپ فوراً بول اُٹھیں گے کہ یہ شہد کی مکھی کا بنایا ہوا ہے۔ اسی طرح سے آپ ایک ملک کی عمارات کو دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ آیا یہ بُرے شخصوں کی بنائی ہوئی ہیں یا کہ بھلے اشخاص کی۔ کسی ملک کا آرٹ وہاں کے باشندوں کے خیالات کو ظاہر کرتا ہے لہٰذا آرٹ کی جانچ سے وہاں کے لوگوں کے خیالات بخوبی معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ اس لئے نتیجہ نکلتا ہے کہ آرٹ ایک قوم و ملک کے خیالات معلوم کرنے کی کسوٹی ہے جس سے ان کا چال چلن بخوبی معلوم ہو جاتا ہے۔

انگلستان کا آرٹ

مورخہ ۱۲راپریل ۱۸۶۴ء کو بریڈورڈ کے سوداگروں کے سامنے لیکچر کے دوران میں رسکن نے کہا "ہر ملک کی بُرائی و بھلائی اس ملک کے آرٹ سے ظاہر ہوتی ہے موجودہ انگلینڈ کا آرٹ لوہے کا کام ہے۔ بڑی بڑی بھٹیوں میں لوہا گرم کیا جاتا ہے اور پگھلایا جاتا ہے جو کہ انگلستان کی بہادری اور بُردباری کو ظاہر کرتا ہے لیکن یہی لوہے کا کام یہ ظاہر کرتا ہے کہ تم دوسروں پر حسد کرتے ہو اُن سے تم جلتے ہو یہ حسد تم ہی میں نہیں ہے یہ

سب ملکوں اور ولایتوں میں پایا جاتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ یہ اس دنیا کی ولایتوں کو چھوڑ کر دوسری ولایتوں میں بھی ہو۔ حسد ملک کو خراب کرتا ہے یہ نیچائی کی طرف گھسیٹتا ہے۔ اسی کی وجہ سے انگلستان کی تجارت میں اس قدر مقابلاتی جذبہ پایا جاتا ہے۔ انگلینڈ اور فرانس ایک دوسرے سے حسد رکھتے ہیں اسی لئے انہیں اپنی فوجیں تیار رکھنی پڑتی ہیں۔ یہ دونوں ملک خاموشی سے نہیں بیٹھ سکتے انہیں زرہ بکتر نیزہ و تلوار سے مسلح رہنا پڑتا ہے۔ موجودہ تعلقات جو کہ انگلستان اور فرانس کے درمیان ہیں وہ کسی لڑائی کو ظاہر نہیں کرتے دونوں ممالک ہیں آپس میں صلح ہے لیکن ہر وقت ایک دوسرے کو خطرہ ہے کیونکہ ایک دوسرے سے حسد رکھتا ہے۔ یہ حسد ہی ان حالات کو پیدا کر رہا ہے جو کہ باعث شرم ہیں۔ یہ شرم لوہے کی چادر و پلیٹوں پر لکھی ہوئی ہے جو کہ اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ انگلستان دوسرے ملک سے حسد رکھتا ہے۔ حالانکہ اس کے باشندے نہایت قوی، ہمتی اور بہادر ہیں۔

مصوری پر رسکن کی رائے

رسکن مصوروں کو ہدایت کرتا تھا کہ انہیں پرانے طریق اور اصول بالکل چھوڑ دینے

چاہئیں کیونکہ یہ مصوری کو ترقی نہیں پانے دیتے۔ وہ اس بات پر بہت زور دیتا تھا۔ کہ تصویریں زیادہ تر قدرتی چیزوں کی ہونی چاہئیں۔ رسکن نے ٹرنر کو سب سے زیادہ قدرتی چیزوں کی تصویر کھینچنے والا پایا اس لئے اس کو یہ قدرتی مصوّر کہا کرتا تھا۔ اُسی کے اصولوں پر کام کیا کرتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اصل مصوّر وہی ہے کہ جو نہایت دلچسپی کے ساتھ ٹھیک اور سچی تصویر کھینچتا ہے۔ قدرتی چیزوں کو بجنسہٖ عوام کے سامنے بغیر خیالات کے بدلے ہوئے پیش کرتا ہے ایسا ہی شخص مصوّر کہلانے کا حق رکھ سکتا ہے۔

رسکن خود بچپن ہی سے فطرت میں دلچسپی رکھتا تھا۔ درختوں، پہاڑوں، جھیلوں، پتھروں، آسمان اور سمندر وغیرہ وغیرہ کی تصاویر کھینچتا تھا۔ اور انہیں کے بارے میں مضامین بھی لکھتا تھا۔ اسی لئے اس کو "مین آف نیچر" کہتے ہیں۔

آرکیٹیکچر

رسکن کہتا تھا کہ جیسے مصوّری میں سچائی کی شدید حاجت ہے اُسی طرح آرکیٹیکچر میں سچائی کی اشد ضرورت ہے۔ مکان کے آرام کا خیال سب سے پہلے پیش نظر رکھنا چاہئے اس کی خوبصورتی کی طرف بعد میں توجہ دینی چاہئے۔ خوبصورتی کی وجہ سے آرام کو نکھونا

چاہیئے۔ مکان کا طریقہ و نقشہ نہایت سوچ سمجھ کر تیار کرانا چاہیئے کیونکہ مکان اس کے مالکوں کے خیالات اور ان کے چال چلن کو ظاہر کرتا ہے۔ اپنی تصنیف سٹونس آف وینس میں اس نے مکان کو بنوانے کے قواعد درج کئے ہیں۔ وہ گوتھک آرکیٹکچر پر بہت زور دیتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ یہ قوم کی حالت کو ٹھیک ظاہر کرتا ہے۔ یہ لوگوں کے یقین و پاک خیالات کا درست نمونہ ہے تمام گرجے وغیرہ اسی کے بنتے ہیں۔ دوسری متبرک عمارتیں بھی اسی طریقہ کی بنائی جاتی ہیں۔

رسکن اور تعلیم

مسٹر کوک رسکن کی سوانح حیات کی جلد دوم میں ان کے خیالات یوں درج کرتے ہیں "تعلیم ایسی ہونی چاہیئے کہ جو ہمیں درست کام کرنا سکھائے تعلیم سے مراد یہ نہیں ہے کہ عوام کو وہ باتیں سکھائی جائیں جو وہ نہیں جانتے بلکہ تعلیم سے مراد یہ ہے کہ ان کو بتایا جائے کہ کس طرح عملی کام کیا جاتا ہے تعلیم ایک روحانی شے ہے یہ مقابلہ کے امتحانوں میں نہیں جانچی جا سکتی۔ تعلیم اس لئے نہیں دی جاتی کہ آپ اس کو سیکھ کر اس پر اپنی زندگی بسر کریں بلکہ زندہ رہتے ہوئے اس کو سیکھیں۔ اصل تعلیم سے مراد زندگی کی ترقی

ہے۔ زندگی میں وہی شخص ترقی کر سکتا ہے کہ جس کا دل نرم ہو۔ خون گرم ہو۔ دماغ تیزی سے کام کرتا ہو اور جس کی روح شانتی پسند ہو۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ اپنے اطوار کو درست کرے تاکہ وہ اصل تعلیم حاصل کر سکے۔

تمام انسان یکساں تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ تعلیم اس لئے نہیں ہوتی کہ آپ اس کو حاصل کر کے روٹی کمانے کی فکر کریں بلکہ وہی تعلیم تعلیم ہے کہ جس کو حاصل کر کے آپ زندگی کو نہایت ہی خوشگوار طریقہ سے بسر کر سکیں۔

رسکن و پلیٹو (Plato) کے خیالات تعلیم کے بارے میں قریب قریب یکساں ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ پلیٹو صرف بھلے آدمیوں کی تعلیم پر زور دیتے تھے رسکن ہر انسان کی تعلیم چاہتا ہے۔ اس کے خیال سے انسانوں میں دو فرقے بنجائیں گے ایک وہ لوگ جو زیادہ تعلیم یافتہ ہوں گے اور دوسرے کم تعلیم والے۔ عمدہ تعلیم والے عمدہ دماغی کام کریں گے اور کم تعلیم یافتہ محنت و مشقت کے کام وہ لکھتا ہے کہ ہر انسان کا فرض ہے کہ تعلیم حاصل کرے۔

رسکن کا مذہب

اس کی والدہ کیلونسٹ تھی وہ پرانے پیوریٹن اسکول سے تعلق رکھتی تھی اُس نے رسکن

کو جبکہ وہ بچہ ہی تھا تمام بائیبل زبان زد کرادی تھی۔ اس لئے رسکن ایک پکا بائیبل پر عقیدہ رکھنے والا عیسائی بن گیا تھا۔ وہ بائیبل کے ہر لفظ پر یقین رکھتا تھا۔ لیکن اس کے اپنے سائنٹفک اصولوں کی بنا پر یہ یقین کم ہو گیا۔ رسکن بشپ کولنزو کا دوست تھا۔ کولنزو نے ایک کتاب بائیبل پر لکھی تھی جسے رسکن نے بہت پسند کیا۔ رسکن بائیبل کو اس لئے پسند نہیں کرتا تھا کہ وہ خدا کی لکھی ہوئی یا اس کی بھیجی ہوئی ہے یہ اس کو ایک متبرک کتاب مانتا تھا جیسے دوسرے لوگ گرنتھ وغیرہ اپنی مذہبی کتابوں پر یقین رکھتے ہیں اسی طرح رسکن بھی اس کتاب پر یقین رکھتا تھا وہ کبھی یہ خیال نہیں کرتا تھا کہ یہ خدا کی بھیجی ہوئی کتاب ہے بلکہ اس کی اچھی باتوں کی وجہ سے اس کے دل میں اس کی وقعت تھی۔

رسکن کے تین بڑے اصول

رسکن کا پہلا اصول یہ تھا کہ زمین اور اوزار انہیں لوگوں کے پاس ہونے چاہئیں۔ جو انہیں استعمال کر سکیں۔ دوسرا اصول یہ تھا کہ جو اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ وہ اپنے اوزاروں کو استعمال کر سکتے ہیں۔ انہیں پورے طور سے استعمال کرنا چاہئے۔

تیسرا اصول یہ تھا کہ انسانی زندگی کی ترقی اسی وقت ہو سکتی ہے کہ جب لوگ

متحد اور منظم ہو کر رہیں یعنی انجمنیں بنا کر رہیں۔ مزدوروں میں تو انجمن کا ہونا لازمی ہے۔ یہ انجمنیں آپس کے میل اور محبت پر مبنی ہونی چاہئیں۔

مسٹر لونگ نے ان تین اصولوں کے علاوہ مندرجہ ذیل لکھا ہے:" رسکن قریباً پچاس سال تک خوبصورتی کی تلاش میں لگا رہا۔ وہ انگلینڈ میں وہ خوبصورتی نہ چاہتا تھا کہ جسے لوگ عام طور سے سمجھتے ہیں وہ روحانی خوبصورتی چاہتا تھا کہ جس سے آنکھوں کے بجائے لوگوں کی روحیں خوش ہوں ایسی خوبصورتی لوگوں کو زیادہ کام کرنے کے لئے ہمت دے گی اور عوام پاک اور خوشی کی زندگی بسر کرسکیں گے۔ رسکن اس مقابلہ کی تعلیم اور زندگی کو پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ مالک اور نوکر دونوں کو ایک ہی سطح پر سمجھتا تھا کیونکہ دونوں انسان ہیں اس کی تعلیم تھی کہ ایک دوسرے کو آپس میں محبت اور یقین رکھنا چاہیئے وہ چاہتا تھا کہ انسان کو سچائی نیکی اور خوبصورتی کی تلاش میں رہنا چاہیئے کیونکہ یہی باتیں دنیاوی زندگی کو سدھار سکتی ہیں۔ جو ان تینوں کو حاصل کرلیگا وہ موکشش پائیگا۔ آرٹ اور لٹریچر میں غریب اور امیر دونوں کو برابر کا شوق ہونا چاہیئے۔ ہر انسان کو خوب محنت سے کام کرنا چاہیئے۔ آیا ہم دماغی کام کریں یا ہاتھ سے کام کریں ہمیں بڑی خوشی سے کرنا چاہیئے ہمارے کام کرنے میں

محبت کا اظہار ہونا چاہئے۔ ان چند الفاظ میں سٹرلونگ نے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ رسکن کے تمام اصولوں کی روح نکال کر رکھدی ہے۔ رسکن کے اصولوں میں خاص بات یہ ہے کہ وہ کوئی کام کرنے کو نہ کہتے تھے جس کو کہ وہ خود نہ کرتے ہوں لہذا رسکن اپنے اصولوں کی پابندی کرنے میں اعلیٰ نظیر ہیں۔

اشیاء کا پیدا کرنا

پولیٹیکل اکنومی کی ہدایتوں میں سب سے پہلی ہدایت جس پر کہ رسکن نے بہت زور دیا وہ فالتو چیزوں کی پیدا وار ہے۔ اپنی کتاب کراؤن آف وائلڈ اولو میں اس نے لکھا ہے کہ سرمایہ دار اشخاص جو کہ کارخانوں کے مالک ہیں بیکار چیزیں پیدا کرتے ہیں وہ بہت سی چیزیں اپنے کارخانوں میں ایسی تیار کراتے ہیں کہ جو انسان کے لئے ضروری نہیں لیکن ان کے پیدا ہوجانے کی وجہ سے لوگ اُنہیں خریدنے لگتے ہیں۔ یہ سوسائٹی کے لئے بہت مضر ہے۔ کیونکہ انسانی ضروریات بڑھتی جاتی ہیں۔ سرمایہ دار کسی کے لئے کچھ نہیں کرتا وہ سوسائٹی کی ترقی کے لئے کبھی اشیاء پیدا نہیں کرتا وہ تو سب کچھ اپنے منافع کے لئے کرتا ہے۔ رسکن ایسے سرمایہ داروں کو دھوکہ باز

بتاتا ہے اور ان کی تشبیہ پرانے زمانہ کے راہ گیر ڈاکوؤں سے دیتا ہے۔ کتاب کے تعارف میں وہ یوں لکھتے ہیں "سرمایہ دار جو کہ بیکار اشیاء پیدا کرتے ہیں راہ گیروں سے بھی پرے درجے کے ہوتے ہیں۔ کیونکہ راہ گیر تو بہادری سے لوٹتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو مضبوط بناتے ہیں۔ شہسواری سیکھتے ہیں لیکن سرمایہ دار تو کسی قسم کی بہادری نہیں کرتا یہ تو اپنے مکان پر آرام سے پڑا سوتا ہے۔ اس لئے بیکار اشیاء پیدا کرنے والا۔ کم تولنے والا یا جھوٹے باٹ رکھنے والا کبھی بھی بہادر نہیں کہلا سکتا۔ ایسے آدمی ان ہی لوگوں کو نقصان نہیں پہونچاتے جو کہ ان کے ذریعہ تعلق میں آتے ہیں بلکہ یہ کل انسانی سوسائٹی کو خراب کرتے ہیں۔

رسکن لوہے کے پل۔ ریلوے و دیگر چیزوں کی مثال دیتے ہوئے کہتا ہے کہ ان اشیاء کی پیداوار نقصان دہ ہے جو روپیہ ان بیکار چیزوں کی خرید و فروخت میں لگایا جائے اگر وہ لوگوں کے لئے زمین خریدنے یا ان کے لئے مکانات بنانے وغیرہ میں خرچ کیا جائے تو کتنا اچھا ہو۔ مندرجہ بالا حقائق کو ایک مثال سے یوں ثابت کرتا ہے۔ واندل کا پانی قریباً بیس سال کا عرصہ ہوا بالکل صاف تھا۔ لیکن اب یہ گندا اور زہریلا ہوگیا ہے کیونکہ اس کے اندر بہت ریت اور کیچڑ

جمع ہو گیا ہے۔ آدھی درجن آدمی اس کو ایک روز میں بخوبی صاف کر سکتے ہیں لیکن کوئی اس کام کو نہیں کرتا۔ دوسری طرف کوری ڈون کی پچھلی گلیوں میں پبلک ہاؤس کے سامنے لوہے کے جنگلے لگائے جاتے ہیں اور اس میں روپیہ برباد کیا جاتا ہے۔ اگر بجائے اس طرح بیکار روپیہ ضائع کرنے کے کچھ حصہ اُس تالاب کی صفائی میں خرچ کر دیا جاتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ اس سے آب و ہوا بھی ٹھیک ہوتی دوسرے لوگ فائدہ بھی خوب اُٹھاتے۔ لیکن اس کام کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سوداگر یعنی سرمایہ داران لوہے کے جنگلے لگانے میں خوب فائدہ اُٹھاتے ہیں جبکہ تالاب کی صفائی میں انہیں کچھ بھی نہیں ملتا۔ اس کام میں انہوں نے تین جگہ نفع کمایا یعنی لوہا کھودنے میں۔ اس کے جنگلے بنانے میں اور پھر اس کو بیچنے میں۔ اس طرح سے یہ سرمایہ دار موقعوں کا انتظار کرتے رہتے ہیں انہیں اس بات سے کچھ غرض نہیں کہ آیا کوئی کام فائدہ مند ہے یا نقصان دہ سوسائٹی کے لئے اچھا ہے یا بُرا انہیں تو اپنے نفع سے مطلب ہے۔

سوشل ریفارمر

رسکن نے ہر طریقہ سے کوشش کی کہ سوسائٹی ترقی کرے۔ اُس نے ہر ایک بُرائی

کو نکالنا چاہا اور وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہوا۔ وہ موجودہ زمانہ کی سرمایہ داری کے حق میں نہ تھا۔ وہ ان تجارتی اصولوں کے سخت خلاف تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ یہ مزدوری و تجارت میں مقابلہ سوسائٹی کے لئے نقصان دہ ہے۔ اس کے زمانہ میں ٹریڈ یونین یعنی مزدوروں کی انجمنیں نہ تھیں اس لئے یہ اس کے حق میں بہت کوشش کرتا تھا تاکہ اُن کی حالت بہتر ہو جائے اس بارے میں اُس نے بہت سے لیکچر بھی دئے۔ ایسا کوئی پہلو انسانی زندگی کا نہ تھا جس پر اس نے کچھ بحث نہ کی ہو۔ بیکار لوگوں کے لئے کام دلانے، اپاہجوں کے لئے کھانے کا انتظام کرانے مزدوروں کے لئے کام کے وقت مقرر کرانے میں اُس نے بہت کوشش کی۔ اُسی کی کوششوں پر پارلیمنٹ میں بل پاس ہوئے۔ موجودہ طریقۂ تعلیم کو درست کرنے کے لئے بھی بہت کوشش کی اور اس کے لئے رفارم پیش کئے۔

پُرانے لوگوں کو خیال تھا کہ " اپنے لئے بہتری کرو اور پھر دوسروں کے لئے کچھ کرنے کے قابل ہو گے" لیکن رسکن کہتا تھا کہ "دوسروں کے لئے کام کرو۔ اور اسی میں اپنی بہتری ہے"۔

سفر آخرت

رسکن کی زندگی بڑی اچھی طرح سے ختم ہوئی۔ جیسی عزت کے ساتھ یہ اس دنیا سے گیا ایسے شاید ہی کچھ لوگ گئے ہوں۔ مرنے سے کچھ ہی دن پہلے یعنی ۸ر فروری ۱۸۹۹ء کو ان کی اسّی ویں سالگرہ ہوئی۔ اس موقعہ پر انہیں ہزارہا جگہ سے مبارکبادیاں و ایڈریس پیش ہوئے۔ بہت سی ڈگریاں ان کو عطا کی گئیں۔ کیونکہ یہ بہت سی سوسائٹیوں کے ممبر تھے۔ لیکن آہستہ آہستہ ان کی طاقت کم ہونے لگی۔ عمر بہت ہو چکی تھی۔ اچانک انفلوئنزا نے آدبایا اور دو ہی روز بیمار رہ کر ۲۰ر جنوری ۱۹۰۰ء کو اس دُنیا سے کوچ کر گئے۔ اس کے رشتہ داروں نے ویسٹ منسٹر ایبے میں دفنانے سے انکار کر دیا حالانکہ انہیں جگہ پیش کی گئی تھی رسکن کی وصیت کے مطابق اس کو کونسٹن چرچ یارڈ میں دفن کیا گیا۔

رسکن کی یاد

حالانکہ رسکن کو مرے ہوئے تینتیس ۳۳ سال ہو گئے لیکن اس کی یاد لوگوں کے

دلوں میں اسی طرح موجود ہے جیسی کہ اُس کے زمانہ میں تھی۔ مائیں اس کی زندگی کے حالات بچوں کو سُناتی ہیں۔ اسکولوں اور کالجوں میں اس کی تصانیف رائج کر دی گئی ہیں۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے مزدوروں کے دلوں میں گھر کر لیا۔ لوگ اس کے لیکچروں کو بہت غور سے سُنتے تھے اور اس کے لیکچر دلوں پر گہرا اثر ڈالتے تھے۔ رسکن کے نام کی وہ نسلیں بھی عزت کریں گی جو ابھی پیدا نہیں ہوئیں۔ ہندوستان کو بھی آج ایسے ہی سوشل ریفارمرس یعنی سماجی مصلحین کی ضرورت ہے۔

خاتمہ

(از ساغر نظامی)

یہ مختصر کتاب انگلستان کے مشہور ادیب اور زبردست مصلح جان رسکن پر ایک مختصر مگر جامع (نوٹ) ہے اس میں رسکن کی زندگی اور پیغام زندگی کی، روح سادہ الفاظ میں کھینچ کر رکھدی گئی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ ایک خاص طبقے کی علمی تشنگی بجھانے میں معاون ہوگی۔

رسکن کی تمام زندگی اور اس کی ساری مصلحانہ جد وجہد کے مطالعہ سے ایک شخص یہ خیال کرنے پر مجبور ہے کہ وہ ایک نہایت پاکیزہ روح اور آرٹسٹ دماغ کا انسان تھا' فنون لطیفہ کے جس قدر شعبے ہو سکتے ہیں وہ ان پر حاوی تھا اور اپنے زمانہ کے تمام سوشل تقاضات کے بارے میں اپنی ایک مُستقل رائے رکھتا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ میرے نزدیک مجددین میں سے نہیں تھا وہ "اشتراکیت" کا قائل نہیں تھا اور اسکو

قابل عمل نہیں سمجھتا تھا بلکہ ملوکانہ نظام کی بحالی کی حالت میں سوسائٹی کو مزدوروں اور غریبوں سے نیک سلوک کی تعلیم دیتا تھا یہی اس کی قدامت پرستی تھی ورنہ " ملوکیت" کے قائم رہتے ہوئے کسان و مزدور کی فلاح کا کوئی زیادہ اصولی موقع نہیں مل سکتا۔ اور اس کا ثبوتِ روشن یہ ہے کہ آج رسکن دنیا میں نہیں ہے مگر وہ پیغام جو اُس نے اپنی قوم اور اپنے ملک کو دیا تھا ٹھکرایا جا چکا ہے۔ آج اس کی قوم نہ صرف یورپ بلکہ تمام دنیا میں اس کے پیغام کی دھجیاں اُڑا رہی ہے۔ مگر جہاں تک رسکن اور اس کی تعلیمات کا تعلق ہے اس کے حقیقی اجزا کبھی غلط اور ناکام نہیں ہو سکتے وہ ایک عظیم روح کا مالک تھا۔ جو اس کی موت کے بعد بھی دُنیا میں نیکیوں کے پھول برساتی رہے گی۔

گو وہ لینن کی طرح اشتراکیت کا قائل نہیں تھا مگر وہ سرمایہ داری کے سخت خلاف تھا وہ " زندگی" کو قیمتی ترین سرمایہ کہتا ہے یہ لینن کے مادّی تخیل سے بہت بلند حقیقت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ بہت بڑا اخلاقی تھا اور جنگ و جدل اور انسانی خود غرضی کا دشمن تھا۔ وہ نیکی، امن اور تمام اخلاقی حقائق کے مقابلے میں جنگ و سرمایہ پرستی کو بُرا خیال کرتا تھا۔ غرضکہ مجموعی طور پر رسکن کی تعلیمات انسانی سوسائٹی کے لئے ایک غیر فانی خزانہ ہیں ہر چند کہ موجودہ عہد میں اخلاقی نظریئے بھی انقلاب کی نذر ہو گئے اور ہربرٹ اسپنسر وغیرہ نے جو اخلاقی نظریات پیش کئے ہیں وہ متقدمین سے بالکل مختلف ہیں اور ان میں رسکن کی تعلیمات کی طرح مذہبی اسپرٹ کی چنگاری شعلہ ریز نہیں پائی جاتی۔ لیکن دُنیا اس شے کو باقی رکھے گی جس میں اس کی روح کا اطمینان مضمر ہوگا۔



ساغر بک ڈپو میرٹھ کی مطبوعات

صبوحی ملک کے مشہور شاعر اور محب وطن ادیب حضرت ساغر نظامی کے روحانی ارشادات ایک ایک مصرع عرفان اور جذبات کے گہرے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے قیمت مع محصول ۲ار

تہذیب کی سرگزشت ایک طویل افسانہ جس میں ہندوستانی سوسائٹی کا جابرانہ طرز عمل اور ایشیائی جذبات محبت کی تصویر کشی کی گئی ہے اور انسانی نفسیات کے عجیب و غریب مظاہر پیش کئے گئے ہیں۔ افسانہ نگاری کی دنیا میں اس افسانے نے ہلچل ڈالدی ہے۔ اس وقت تک تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ زبان اعلیٰ اور نفیس خیالات بلند جذبات لطیف ایک ایک سطر اخلاق اور آرٹ کی آئینہ دار ہے۔ قیمت عمر علاوہ محصول ۔

گناہ کی قیمت ایک مختصر افسانہ جو سوسائٹی کے تخریبی اور سیہ کارانہ پہلو کو روشن کرتا ہے۔ اور جس کے پڑھنے سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ رنگینیٔ تحریر کا یہ عالم ہے کہ مطالعہ کرنے والا مست ہو جاتا ہے قیمت ۴ر

سمندر کی دیوی ساغر صاحب کے اختراعات فائقہ میں سے ایک ماسٹر پیس افسانہ جس کے اس وقت تک دس ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور جو اپنے پلاٹ اور زبان کے لحاظ سے بالکل نئی چیز ہے۔

شبابیات جوانی کے موضوع پر حضرت ساغر نظامی کی ۴۲ رباعیات جن کے مطالعہ سے ایک شباب دماغ کی بلند پروازی اور نزاکت خیال ظاہر ہوتی ہے اردو میں سب سے پہلی اور آخری چیز قیمت صرف ۶ر

ملنے کا پتہ: ساغر بک ڈپو میرٹھ

تصنیف کی عظمت

اس حقیقت کو کبھی فراموش نہ کیجئے کہ کسی تصنیف
کی عظمت اس کی طباعت اور کتابت سے بڑھتی
ہے اس لئے جب آپ کو شاندار اور خوبصورت
کتاب شائع کرنی ہو تو "ساغر پریس میرٹھ" کو
کبھی فراموش نہ کیجئے۔ جہاں کام پابندی وقت کے
ساتھ اعلیٰ اور خوبصورت ہوتا ہے اور اجرت مناسب لی جاتی ہے

مطبوعہ "ساغر پریس" ادبی مرکز میرٹھ

وقت آجائے تو راؤ صاحب اپنے ملک کی نیک نامی و خدمت گزاری
میں سب سے پیش پیش رہکر ہر طریقہ سے ایثار سے کام لیں گے
۔۔۔۔۔۔ ملک کے ایسے دیرینہ و تجربہ کار سپوت کا ترک
وطن کرنے کا تہیہ کرلینا اہل ملک کی بڑی بدقسمتی ہے"

پنڈت نارائن راؤ صاحب نے لکھا

"سری کشن صاحب کا بیان سے الگ ہونا ہے ہمیشہ سے ایثار کی
اور سنت غفاری اون کے ملحوظ خاطر رہی۔ راستی کے مقابلہ میں کسی فرد
کی شخصیت کی اونہوں نے پروا نہیں کی۔ موصوف کا ترک وطن کرنا
ملک کا ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ ہم موصوف سے اپیل کرتے
ہیں کہ وہ اپنے فیصلہ پر دوبارہ غور فرمائیں"

مولوی محسن الدین صاحب [illegible]

"راؤ اسکے سری کشن صاحب ان چند مالک کار تنوں میں سے ہیں جو
فرقہ وارانہ فضا سے متاثر نہیں ہوتے۔ اور جو حیدرآباد
کے مسائل کو حیدرآبادی کے نقطہ نظر سے دیکھنے کے عادی سمجھتے ہیں
اگرچہ راؤ صاحب ہندو ہیں مگر دیگر مذاہب کے پیروؤں
سے کوئی بیر و عناد نہیں۔ ان کی وسعت نظر اور رواداری کا ہر شخص
معترف ہے۔ اگرچہ اون کی سیاسیات ترقی پسند رجحانات کی حامل
ہے [illegible] ہم انہیں ذات شاہانہ اور سرزمین آصفی سے گہری
عقیدت ہے ۔۔۔۔۔۔۔ سری کشن صاحب نے حیدرآباد
کے مسائل کو کبھی ہندو یا مسلم نقطہ نظر سے نہیں دیکھا"

ہم ان حضرات سے متفق ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ راؤ صاحب کو بہرحال

روک لینا چاہئے ۔ اگر ایک ایسا شخص جو ملک و مالک سے عقیدت و محبت کرتا ہو ترک وطن پر مجبور ہو جائے تو حیدرآباد کی پبلک زندگی پر ایک بدنما دھبہ ہوگا"

مولوی احمد عارف صاحب نے یہ رائے ظاہر فرمائی :-

"سری کشن صاحب ملک کے قدیم خیرخواہ اور وفادار دل میں ہیں ۔ اور ان کا شمار ان حیدرآبادیوں میں کیا جا سکتا ہے جو اپنے ملک کا سچا درد رکھتے ہیں ۔ اور اوسے زیادہ بہتر حالت میں دیکھنا چاہتے ہیں .... اون کے مضامین کا مطالعہ اس نتیجہ پر پہونچاتا تھا کہ وہ نظم و نسق کو بہتر بنانے کا جذبہ رکھتے ہیں لیکن رخصتی بیان کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر سری کشن کا سابقہ جذبۂ اصلاح یا تو فنا ہو چکا ہے یا وہ کسی وجہ سے مایوس ہو گئے ہیں ۔ اور ترک وطن کا ارادہ کر لیا ہے ۔ ہمارے خیال میں دونوں صورتوں میں اون کا یہ نتیجہ قابل تعریف نہیں کہا جا سکتا ۔ اہل ہمت اپنے نصب العین کو کبھی نہیں بدلتے ۔ اور انہیں بڑی سے بڑی ناکامی مایوس نہیں کر سکتی .... بندہ اوہنیں گریز و فرار کی پالیسی اختیار نہ کرنی چاہیئے ۔ ہم صاحب موصوف کے اس ارادے سے متفق نہیں ہو سکتے کہ آپ ترک وطن کرکے کہیں اور چلے جائیں آپ کو ترک حیدرآباد کا تصور ہی نہ کرنا چاہیئے"

مجھے اس کا احساس ہے ۔ اور یہی چیز ہے جو باوجود بدسلوکی کے مجھے اسوقت بھی حیدرآباد سے مانوس رکھتی ہے کہ میرے رخصتی بیان نے بہت سے لوگوں کو متاثر کیا بیچین کیا ۔ اور ان کو فی الواقعی دکھ پہونچے